معراج نبویؐ اور اس کی برکتیں

(از مدیر)

رجب کے مہینہ میں جاہلوں اور پیٹ کے بندوں نے لکھی روزہ، ہزاری روزہ، مریم روزہ، امام جعفر صادقؓ کا کونڈہ وغیرہ کے نام سے اپنے کھانے کمانے کے لئے جیسی جیسی بدعات و خرافات جاری کر رکھی ہیں ان کا تو اسلام اور دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں، یا رلوگوں نے محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے یہ لغو اور بے سروپا افسانے گھڑ لئے ہیں۔ اس مہینہ میں خاص خاص روزوں اور نمازوں کی فضیلت میں جھوٹی جھوٹی حدیثیں بھی بنالی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصیت کے ساتھ اس مہینہ میں کسی خاص روزہ یا نماز، یا نذر و نیاز وغیرہ کا صحیح طور پر کوئی ثبوت نہیں۔

ہاں مشہور قولؔ کے مطابق ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج البتہ اسی مہینہ میں ہوئی ہے۔ یعنی آپ کو اسی مہینہ کی ستائیسویں تاریخ کی رات میں براق پر سوار کرا کر، حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ مکہ معظمہ سے بیت المقدس، اور پھر وہاں سے آسمانوں پر لیجایا گیا، جہاں آپ نے مظاہر قدرت کی وہ وہ نشانیاں دیکھیں جو اب تک کسی آنکھ نے نہ دیکھی تھی، یہی واقعہ معراج کے نام سے مشہور ہے۔ معراج "عروج" سے لیا گیا ہے جس کے معنی "اوپر چڑھنے" کے ہیں، چونکہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "عُرِجَ بِیْ" "مجھکو اوپر چڑھایا گیا" اس لئے اس کا نام "معراج" پڑ گیا۔

معراج اور ہجرت کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مشہور و ممتاز خاندان بنی ہاشم میں پیدا ہو کر، جب بے مثال امانت و صداقت، عفت و طہارت نیکی و صلاحیت کے ساتھ اپنی زندگی کے چالیس سال گذار لئے، تو بارگاہ الٰہی سے نبوت و رسالت کے خلعت سے آپ کو نوازا گیا۔ جبرئیلؑ نے تمام عالم کی ہدایت و رہنمائی کا بار آپ کے کندھوں پر ڈال دیا، اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ اس مہم کی ابتدا پہلے اپنے ہی وطن اپنے ہی قبیلے اور اپنے ہی خاندان سے کیجئے۔ آپ نے حکم ربانی کی تعمیل میں سب سے پہلے توحید کی تعلیم اور شرک کی مذمت شروع کی، پس پھر کیا تھا؟ سب کے سب بگڑ اٹھے۔ اور تو اور خود اپنے ہی گھرانے اور خاندان کے لوگ جان کے خواہاں ہو گئے، بری طرح سے مارنے پیٹنے اور ستانے لگے۔ جن نیک بختوں نے آپ کو اللہ کا پیغمبر مان کر آپ کا دین قبول کر لیا ان پر بھی ایسے ایسے ہولناک مظالم ڈھائے کہ آج ان کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، مسلسل تیرہ سال تک اللہ کے پیغمبر کے ساتھ ان ظالموں کا یہی برتاؤ رہا، اور بالآخر جب مکہ معظمہ کی سرزمین سے اس دین الٰہی کے پھلنے، پھولنے اور پروان چڑھنے کی توقع نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے

ؔ مشہور قول میں نے اس لئے کہا کہ معراج کے مہینہ اور تاریخ کی تعیین میں صحیح طور پر جس پر وثوق اور یقین کے ساتھ اطمینان کیا جا سکے کچھ ثابت نہیں۔ مہینے کے متعلق اصحاب سیر کے پانچ قول ہیں۔ کسی نے ربیع الاول بتایا ہے۔ کوئی ربیع الآخر کہتا ہے۔ بعض رجب۔ بعض رمضان بعض شوال بتاتے ہیں۔ علامہ زرقانی وغیرہ نے ماہ رجب ہی کو مشہور بتاتے ہوئے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ ہاں اتنا یقینی ہے کہ یہ وقت رات کا تھا اور مکہ معظمہ میں ہجرت سے پہلے حضورؐ کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔ ۱۲ منہ

ایک دوسرا میدان منتخب فرمایا، اور آپ کو اجازت دیدی کہ آپ اپنا وطن (مکہ) چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف **ہجرت** کر جائیں۔ اسی ہجرت سے تقریباً سال ڈیڑھ سال پہلے آپ کو رب ذوالجلال نے شرف باریابی بخشا اور **معراج** نصیب ہوئی۔ جس میں اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ اب اسلام کی سخت اور پر خطر زندگی کا باب ختم ہو کر اس کی ترقی اور عروج کا ایک نیا دور شروع ہونیوالا ہے۔ اب ظالموں اور بے رحموں کے گھیرے سے نکلکر جاں نثاروں اور جانبازوں کے حلقے میں حق کا اعلان ہوگا ابتک (دس بارہ سال تک) جو کچھ پیغامات رب کی طرف سے آپ تک پہنچے تھے وہ عموماً جبریل امین کے واسطہ سے تھے، مگر اب آنیوالے دور کے لئے نئے نئے احکام کا نفاذ ہونیوالا تھا، اب کام کی نوعیت بدل رہی تھی، اسلئے خدا نے ایک خاص اعزاز کے ساتھ آپ کو اپنی بارگاہ تک بلایا۔ یعنی ساکنانِ ملاءِ اعلیٰ کو حکم ہوا کہ آج مہمان سرائے غیب کو ایک نئے ساز و برگ کے ساتھ سجایا جائے کہ شاہدِ عالم مہمان بنکر آئے گا۔ روح الامین (جبریلؑ) کو فرمان پہنچا کہ وہ سواری جو بجلی سے زیادہ تیز اور آفتاب سے زیادہ روشن ہے، لیکر کعبہ میں حاضر ہوں۔ اور مہمان شاہی کو بصد احترام دربار الٰہی تک پہنچائیں۔ اولوالعزم انبیاء کرام کو پہلے آسمان سے لیکر ساتویں آسمان تک معزز مہمان کے استقبال کے لئے درجہ بدرجہ بٹھا دیا گیا، اور پھر اپنے حبیب کو بارگاہ قدس کے اس مقام تک بلایا کہ جہاں سے قَابَ قَوْسَيْنِ (دو کمانوں) سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اور اپنے آخری پیغمبر حضرت **محمد مصطفےٰ** صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ہم کلام ہوا۔ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى (پ سورہ النجم) "پھر وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی" یہ تو خدا اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس راز و نیاز کی مجلس میں عبد اور معبود، محب اور محبوب کے درمیان آپس میں کیا کیا باتیں ہوئیں لیکن حدیثوں میں تین باتوں کا ذکر آتا ہے جس کی تفصیل آگے آئیگی۔

واقعہ معراج کا ذکر قرآن میں قرآن مجید کے پندرہویں پارہ کی سب سے پہلی سورہ (بنی اسرائیل) کی ابتدا ہی اس واقعہ (معراج) کے ذکر سے کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ پاکی ہے اس ذات کے لئے جس نے اپنے بندے (یعنی پیغمبر اسلام) کو راتوں رات مسجد حرام (مکہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک کہ جس کے اطراف کو ہم نے بڑی ہی برکت دی ہے، سیر کرائی، اور اس لئے سیر کرائی کہ اپنی نشانیاں اُسے دکھادیں۔ بلاشبہ وہی ذات ہے جو سننے والی، دیکھنے والی ہے"

اس آیت میں تو آپ کے اس سفر کے متعلق مکہ معظمہ سے بیت المقدس (فلسطین) ہی تک جانے کا تذکرہ ہے، لیکن ستائیسویں پارہ کی سورہ النجم میں آپ کی آسمانی سیاحت کے حالات و واردات کو بھی مختصر لیکن نہایت جامع اور مہتم بالشان انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ پوری سورہ کی تشریح اور نقل میں مضمون بہت لمبا ہو جائیگا۔ اسلئے اسی اشارہ پر اکتفا کرتے ہوئے ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس مقام کو نکالکر خود ہی کسی معتبر تفسیر کے ذریعہ مطالعہ کرلیں۔

واقعہ معراج کا ذکر حدیثوں میں امت کا اجماع ہے کہ حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح، معتبر، اور مقبول کتاب **بخاری** شریف، اور اس کے بعد مسلم شریف ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو بَابُ الْمِعْرَاجِ کے علاوہ اور بھی کئی بابوں میں، مختلف عنوانوں کے ماتحت اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ لیکن امام مسلم رحمۃ اللہ نے صرف بَابُ الْاِسْرَآءِ ہی میں اس کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ حدیث کی ان دونوں چوٹی کی کتابوں کو سامنے رکھکر ہم اس واقعہ کو کسی قدر اختصار کے ساتھ

آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں

"رات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آرام فرما رہے تھے، خواب اور بیداری کی درمیانی حالت تھی کہ یکایک گھر کی چھت کھلی، حضرت جبریلؑ چند فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے اور آپ کو اٹھا کر حطیم[۵] (خانہ کعبہ) میں لے آئے، پھر وہاں سے چاہ زمزم کے پاس لے گئے، سینہ مبارک چاک کر کے دل نکال لیا۔ اور اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا لایا گیا، جبرئیلؑ نے اس طشت سے ایمان وحکمت کے خزانہ کو لے کر آپ کے سینہ میں رکھدیا، اور پھر اس کو برابر کر دیا۔ اس کے بعد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا براق نامی ایک جانور آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ جو اس قدر تیز رفتار تھا کہ اس کا ایک ایک قدم وہاں پڑتا تھا جہاں تک نگاہ پہنچ سکتی تھی۔ آپ اس پر سوار ہو کر آن کی آن میں بیت المقدس (فلسطین) پہنچ گئے۔ اور براق کو اس قلابہ میں باندھکر جس میں انبیا اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ اور وہاں انبیا علیہم السلام کے امام بن کر دو رکعت نماز پڑھائی۔ مسجد سے باہر آئے تو جبریلؑ نے ایک پیالے میں شراب اور دوسرے میں دودھ پیش کیا۔ آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ حضرت جبریلؑ نے کہا آپ نے فطرت کو پسند فرمایا، اگر آپ نے شراب کا پیالہ اٹھایا ہوتا تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ وہاں سے جبریلؑ آپ کو اپنے ساتھ لیکر آسمان کی طرف چڑھے پہلے آسمان پر پہنچکر جبریلؑ نے دروازہ کھولنے کے لئے دربان کو آواز دی، اس نے پوچھا کون ہے جبریلؑ نے کہا میں (جبریلؑ) ہوں، اس نے پوچھا تمہارے ساتھ اور کون ہے۔ انھوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اس نے کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا، ہاں! یہ سنکر اس نے دروازہ کھول دیا اور مرحبا کہا، اور کہا کہ یہ خبر سنکر آسمان والے خوش ہوں گے۔ اندر پہنچکر آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، آپ نے بھی مرحبا اے فرزند صالح اور نبی صالح کہکر آپ کا استقبال کیا، آپ نے دیکھا کہ آدمؑ کے داہنے بائیں کچھ لوگ ہیں۔ جب حضرت آدمؑ داہنی طرف دیکھتے ہیں تو ہنس پڑتے ہیں اور بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں۔ جبریلؑ سے اس کی حقیقت دریافت کی تو انھوں نے بتایا کہ آدمؑ کی داہنی طرف جنتیوں کی روحیں ہیں جب وہ اُدھر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، اور بائیں طرف دوزخیوں کی روحیں ہیں جب وہ اُدھر دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہو جاتے ہیں جب دوسرے آسمان پر پہنچے تو حضرت عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام ملے، تیسرے پر حضرت یوسفؑ، چوتھے پر حضرت ادریسؑ پانچویں پر حضرت ہارونؑ اور چھٹے پر حضرت موسیٰؑ، اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، سب نے آپ کو خوش آمدید اور مرحبا کہا۔ حضرت موسیٰؑ کے پاس سے جب آپ آگے بڑھے تو وہ رو پڑے۔ پوچھا گیا کہ اے موسیٰ رونے کا کیا سبب ہے؟ عرض کیا خدایا! (میں نے اپنی امت کو مدتوں نصیحت کی لیکن ان بدنصیبوں نے مجھ کو ہمیشہ جھٹلایا) اور یہ نوجوان میرے بعد نبی ہوا مگر اس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ بہشت میں داخل ہوں گے[م]۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام

م یعنی اپنی امت کی اس بدنصیبی پر رو رہے ہیں

---

۵ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو جس بنیاد پر تعمیر کیا تھا، جب اس کی دیواریں سیلاب کی وجہ سے گر گئیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے سے پہلے قریش نے اسکی دوبارہ تعمیر کا ارادہ کیا تو سرمایہ کی کمی کی وجہ سے اصل بنیاد میں کچھ حصہ کم کر دیا۔ اور اب بھی اسی طرح ہے۔ اسی حصہ کو جو کعبہ کی اصل چہار دیواری سے باہر رہ گیا ہے، حِجر اور حطیم کہتے ہیں۔

بیت معمور؎ سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ یہیں آپ نے ایک درخت دیکھا جس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح اور اس کا پھل ھَجَر (ایک مقام کا نام ہے) کے مٹکوں جیسے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس پر شانِ ربّانی (امراللہ) کا کچھ ایسا ظہور ہوا، اور اس میں ایسی خوبصورتی پیدا ہوگئی کہ الفاظ میں اس کی تشریح نہیں ہوسکتی۔ اسی آسمان پر آپ نے حضرت جبریلؑ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ پھر آپ کو جنت میں لیجایا گیا جس کی کنکریاں چمکدار موتی ہیں اور اس کی زمین کی مٹی مشک خالص کی ہے۔ پھر بارگاہ قدس میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اور شہنشاہِ دو عالم کی طرف سے تین عطیے مرحمت ہوئے۔ آپ ان عطیوں کو لیکر واپس ہوئے اور حضرت موسیٰؑ کے پاس پہنچے تو انھوں نے پوچھا، اس مجلس راز و نیاز میں کیا خاص احکام عطا ہوئے۔ فرمایا، امت پر پچاس وقت کی نماز فرض ہوئی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا میں نے بنی اسرائیل کا خوب تجربہ کیا ہے آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ رب سے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ آپ پھر واپس ہوئے، اور دربارِ الٰہی میں پہنچکر عرض کیا کہ خدایا! میری امت بہت کمزور ہے، اس کے قویٰ اس بار کے متحمل نہ ہوسکیں گے ندا آئی! اچھا دس وقت کی نمازیں معاف ہوئیں، پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے تو انھوں نے پھر ٹوکا کہ اب بھی زیادہ ہیں آخری دفعہ کی آمدورفت کے بعد جب پانچ وقت کی نمازیں رہ گئیں تو حضرت موسیٰؑ نے پھر کہا کہ محمدؐ! یہ بھی زیادہ ہیں، مگر آپ نے فرمایا کہ اب تو مجھے رب سے کچھ کہتے ہوئے شرم آتی ہے، اب تو میں اسی کو لیکر جاتا ہوں اور امت سے عمل کرانے کی کوشش کروں گا۔ پردۂ غیب سے ندا آئی! اے محمدؐ! میرے حکم میں تبدیلی نہیں، تمہاری امت پر تخفیف کردی گئی، نمازیں تعداد میں پانچ ہی ہوں گی لیکن ثواب پچاس کا ملیگا۔"

رات کے تھوڑے ہی حصے میں آپ نے اپنے جسم و روح کے ساتھ بیداری کی حالت میں ان تمام مقامات کا معائنہ و مشاہدہ فرمایا۔ اور اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں، اور پھر اسی کاشانۂ آب و خاک میں واپس آگئے۔

مخالفین کا انکار

صبح کو جب آپ نے مکہ والوں کے سامنے اپنی اس آسمانی سیاحت کا ذکر کیا، تو کافروں کو بڑا اچنبھا ہوا کہ وہ شام اور بیت المقدس جہاں ہم مہینوں میں پہنچتے ہیں، یہ صرف وہیں نہیں بلکہ ساتوں آسمانوں پر ایک ہی رات میں پھر کر کیسے چلے آئے۔ بعض ان میں ایسے بھی تھے جنھوں نے تجارت کے سلسلے میں بارہا بیت المقدس کا سفر کیا تھا اور وہاں کی مسجد کا کونا کونا چھان مارا تھا۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شام اور بیت المقدس کبھی نہیں گئے ہیں۔ اسلئے انھوں نے امتحاناً آپ سے کہا کہ اچھا اگر تم بیت المقدس بھی گئے تھے تو اس کی ہیئت اور نقشہ بتاؤ حضورؐ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا نقشہ اچھی طرح محفوظ نہیں تھا، اس لئے ایک اضطراب سا محسوس ہوا، کہ یکایک نگاہ کے سامنے پوری عمارت پیش کردی گئی۔ اب کافر مجھ سے پوچھتے جاتے تھے اور میں دیکھ دیکھ کر ان کی ایک ایک بات کا جواب دیتا جاتا تھا۔ یہ اچنبھا اور تعجب اس زمانے کے لوگوں کو ہوا تھا جن کا خشکی کا سفر اونٹوں پر، اور سمندر کا سفر کشتیوں پر طے ہوتا تھا، مگر آج سائنس کی ترقی کے زمانے میں اس قسم کے تعجب اور انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ آنکھوں کا مشاہدہ ہے کہ ہزاروں

؎ یہ مقام ساتویں آسمان پر خانہ کعبہ کے بالکل سامنے واقع ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوکر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے یہ حالت ہے کہ جو واپس جاتے ہیں پھر ان کو دوبارہ اس میں داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ منہ

[redacted]

اور لاکھوں میل کا سفر ہوائی جہازوں کے ذریعہ گھنٹوں اور دنوں میں طے ہوتا ہے۔

آج جرمنی، جاپان، امریکہ و انگلینڈ، فرانس غرض دنیا کے کسی کونے میں کوئی شخص بیٹھکر بولے، ریڈیو کے ذریعہ آپ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے بعینہ وہی آواز اسی لمحہ میں سن سکتے ہیں۔ پس سائنس کی ان حیرت انگیز ایجادات و تجربات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود بھی اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کا انکار کرے تو میرے خیال میں یہ محض اس کا تعصب اور جہل ہے۔ اسی لئے میں نے اس بحث کی طرف توجہ نہیں کی۔

معراج کی برکتیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو اس عظیم الشان مہمانی کا شرف بخشا، تو آپ کی تواضع کن تحفوں سے کی گئی۔ اور امت کو کیا کیا برکتیں حاصل ہوئیں؟ اس کا ذکر صحیح مسلم کی ایک روایت میں یوں آتا ہے فَاُعْطِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا (اس رات میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے تین عطیے مرحمت ہوئے۔

(۱) نماز پنجگانہ کی فرضیت ——— مسلمانو! ذرا ایک لمحہ کے لئے اس حقیقت پر غور کرو، کہ اس واقعہ سے نماز کی کتنی عظمت اور اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی یادگار ہے۔ نماز وہ فریضہ ہے جو امت پر کسی فرشتہ کے ذریعہ سے نہیں، بلکہ الہ العالمین نے خود اپنے پیغمبر سے ہم کلام ہو کر امت پر عائد کیا۔ نماز وہ عطیہ الٰہی ہے جو ہمارے پیغمبر کو مہمان بنا کر ان کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کی گئی۔ نماز وہ عبادت ہے جسے پانچ بار ادا کرنیوالے کو پچاس بار کا ثواب ملیگا۔ نماز پنجگانہ ہی وہ عبادت ہے جس کے متعلق آپ نے اپنی امت کی سعادتمندی پر اعتماد کیا۔ اور حضرت موسیٰ کے اصرار کے باوجود، مزید تخفیف کے لئے رب کے پاس جانے سے شرمائے۔ نماز مسلمانوں کی ابتدا اور ارتقا کی تاریخ کا ایک اہم باب، اور ان کی مکی و مدنی زندگی کے درمیان ایک عجیب رابطۂ اتحاد ہے۔ نماز خدا کی راہ میں جسمانی مشقتوں، اور دنیاوی صعوبتوں کے برداشت کرنے والے کو روح کی پاکیزگی، قلب کی طہارت، اور اللہ کا تقرب حاصل ہونے کا سبق دیتی ہے۔ کاش مسلمان اس کو سمجھ لیتے اور اس کی پابندی کو اپنی زندگی کا لازمہ بنا لیتے!

(۲) امت محمدیہ کی مغفرت کی بشارت ——— یعنی اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے آپ کو یہ خوشخبری سنائی کہ آپ پر ایمان لانے والے کے لئے دائمی عذاب نہیں، بشرطیکہ وہ شرک کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ کیونکہ مشرک کی ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ نام نہاد مسلمانو! صرف بتوں کے سامنے سجدہ کرنا، ان کی پوجا چڑھانا۔ ان کو اپنی مصیبت میں مددگار سمجھنا ہی شرک نہیں ہے بلکہ جس طرح ایک ہندو اپنے بتوں کے سامنے یہ سب کام کر کے مشرک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان کہلانے والا اللہ کے سوا کسی غیر کے سامنے یہ سب کام کرے، تو وہ بھی مشرک ہے۔ چاہے اس کی ڈاڑھی کتنی ہی لمبی ہو، وہ نمازیں کتنی ہی پڑھتا ہو۔ تسبیح کتنی ہی لمبی لمبی ہلاتا ہو۔

یاد رکھو! اللہ کے سوا کسی قبر، کسی استھان، کسی زندہ یا مردہ پیر اور ولی کو اپنا مشکل کشا سمجھنا ان سے اولاد مانگنا، روزی روزگار کا معاملہ ان کے ہاتھ میں سمجھنا، ان کے نام نذر و نیاز چڑھانا یہ سب شرک میں داخل ہے۔ ان کاموں کا کرنے والا جب تک سچی توبہ کر کے اللہ ہی کو ان تمام امور کا مالک و متصرف سمجھکر سچا موحد نہ بن لے۔ اسوقت تک اس کو عذاب سے بچنے کی توقع رکھنا دلیری اور بے غیرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت محمدیہ کی مغفرت کی بشارت موحدوں کیلئے ہی

مشرکوں کے لئے نہیں، اللہ ہمیں شرک سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(۳) سورہ بقرہ کا آخری رکوع ——— اس رکوع میں باری تعالیٰ نے دینِ حق (اسلام) کے اعتقاد وعمل کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ اور ایمان کی تکمیل کے اصول، اور عفو و مغفرت طلبی کے سبق سکھائے ہیں چنانچہ ارشاد ہے

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۚ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (پ ۳ ع ۳۹) ترجمہ۔ اللہ کا رسول اس (کلام) پر ایمان رکھتا ہے جو اس کے پروردگار کی طرف سے اس پر نازل ہوا ہے۔ اور جو لوگ (دعوت حق پر) ایمان لائے ہیں، وہ بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ (ان کے ایمان کا دستور العمل یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں) ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی کو دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ اُسے مانیں، دوسروں کو نہ مانیں، یا سب کو مانیں مگر کسی ایک سے انکار کریں۔ ہم خدا کے تمام رسولوں کی یکساں طور پر تصدیق کرنے والے ہیں) اور (یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انھیں داعی حق نے پکارا تو) انھوں نے کہا خدایا! ہم نے تیرا حکم سنا اور تیرے سامنے اطاعت کا سر جھکا دیا۔ تیری مغفرت ہمیں نصیب ہو۔ اے پروردگار! ہم سب کو تیری ہی طرف (بالآخر) لوٹنا (اور تیرے حضور میں حاضر ہونا) ہے۔ اللہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جس نے اچھے کام کئے وہ اپنے ہی لئے کئے، اور برے کام کئے تو اس کا نقصان بھی وہی اٹھائیگا۔ (پس ایمان والوں کی صدائے حال یہ ہوتی ہے کہ) خدایا! اگر ہم سے (سعی وعمل) میں بھول چوک ہو جائے تو اس کی بازپرس ہم سے نہ کیجیو اور ہمیں بخش دیجیو۔ خدایا ہم پر ویسی بندشوں اور گرفتاریوں کا بوجھ نہ ڈالیو۔ جیسا ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اے پروردگار! ایسا بوجھ ہم سے نہ اٹھوائیو جس کے اٹھانے کی ہم (ناتوانوں) میں سکت نہ ہو۔ خدایا! ہم سے درگزر کر، خدایا! ہم پر رحم کر، خدایا! تو ہی ہمارا مالک و آقا ہے۔ پس اُن (ظالموں) کے مقابلے میں جن کا گروہ کفر کا گروہ ہے، ہماری مدد فرما!"

خلاصۂ کلام | اب ایک بار پھر ان تینوں انعاماتِ الٰہیہ اور برکات ربانیہ پر غائر نظر ڈال جاؤ، تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ رب العالمین نے کتنی خوبی کے ساتھ ان تین باتوں میں امت محمدیہ کی زندگی کا نظام عمل، اور قانون حیات پیش کر دیا ہے۔ اور کس بالغ انداز میں دنیا کو یہ بتا دیا ہے کہ پرستارانِ توحید اور اطاعت گذارانِ محمدؐ کا دستور العمل کیا ہے۔

گویا ہمیں تعلیم دی جا رہی ہے کہ ہم صحیح اعتقاد کے ساتھ (جن کا ذکر اجمالی طور پر اس رکوع کے شروع میں ہے) ہر قسم کی معصیت خصوصًا شرک سے بچتے رہیں، اور دن و رات میں پانچ وقت لازمی طور پر دربار الٰہی میں حاضر ہو کر، اپنے رب کے سامنے جھکیں، اپنی خطاؤں اور لغزشوں کی معافی چاہیں اپنے ظاہر اور باطن کو پاک رکھیں، اور اگر موقع آجائے تو أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ کہتے ہوئے راہ حق میں اپنی جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کریں۔